محمد خاور نوازش

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

’رسالہ قواعدِ اُردو‘، مؤلفہ مرزا نثار علی بیگ و منشی فیض اللہ
(اولین رسالہ برائے درجہ وار تعلیم و تدریسِ قواعد)

Muhammad Khawar Nawazish

PhD scholar, BZU, Multan

؟؟؟

Grammar, the systematic study of language and a particular analysis of its structure, is always considered as a key to learn any language. How much it can help an individual learner and whether it is the only tool in this concern or some social conditions also matter is a different debate. Anyhow, here I move on to present an introduction and analysis of one of the very first written works about Urdu grammar and composition. 'Risala Qawaed-e-Urdu' in three parts; written by Mirza Nisar Ali Baig & Munshi Faizullah Khan in 1860-61, was the first syllabus book for the students of Urdu studying at different levels/classes in the schools/colleges of North & West provinces of British-India. All the three parts of 'Risala Qawaed-e-Urdu' are on the subject of Morphology and Syntax of Urdu Language. This Article also discusses the tradition/trend of Urdu grammar writing and compilation in British-India before 1857, shortly.

اُردو زبان، اِس کے تخلیقی ادب، لسانی مباحث، لغت اور قواعد ایسے پہلوؤں پر تحقیق کا ایک مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس مضمون میں تحقیق کا رُخ حال سے ماضی کی جانب زیادہ رہا ہے جبکہ سائنس کے میدان میں ہونے والی تحقیق کا رُخ حال سے مستقبل کی طرف دکھائی دیتا ہے۔ سائنس کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی تحقیق کا معیار ان بنیادوں پر طے پاتا ہے کہ یہ تحقیق آنے والے وقت میں کس قدر کارآمد ہو سکتی ہے جبکہ سماجی و بشریاتی علوم وفنون اور

بالخصوص زبان وادب کے باب میں ہونے والی تحقیق کا معیار اکثر اس بنیاد پر طے پا تا رہا ہے کہ محقق نے کتنا قدیم نسخہ دریافت کیا اور کتنے قدیم دور سے عصرِ حاضر کے مستعملات کا مآخذ تلاش کیا گیا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اکیسویں صدی میں بیٹھ کر سترہویں یا اٹھارویں صدی کے متون کی اہمیت کیا طے پاسکتی ہے، یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عہدِ جدید بہر حال عہدِ قدیم کے ساتھ اپنی ایک فطری جڑت ضرور رکھتا ہے اور عصرِ حاضر میں زبان نے جو بھی شکل اختیار کر لی ہو وہ اپنے ابتدائی نقوش سے یکسر ماورا نہیں ہوگی۔ اُردو زبان کا احوال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ یہاں اس کے آغاز وارتقاء سے بحث مقصود نہیں بلکہ زبانِ اُردو کی تدریس کے ابتدائی ادوار کے تناظر میں اُردو قواعد نویسی کے رجحان کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے ایک اہم نسخہ' قواعد سے بحث مقصود ہے۔

اُردو قواعد نویسی کا آغاز مستشرقین کے مرہونِ منت ہوا۔ اس کی تالیف کا بنیادی مقصد ایک نئی زبان سیکھنا تھا۔ غیر ملکی سامراج کی ہندوستان آمد اور یہاں اپنا اقتدار مضبوط کرنے کے لیے مقامی زبان سیکھنے کی غرض سے مختلف اقدام اُٹھانا ایسا پہلو ہے جس سے ایک طرف سامراجیت کا سیاسی وتجارتی لائحہ عمل سامنے آتا ہے تو دوسری طرف کسی خطے میں اس کے توسط سے فروغ پذیر صحت مندانہ رجحانات بھی واضح ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں زبانِ اُردو کی باقاعدہ تدریس کے لیے نصاب سازی اور اس کے ضمنی ابواب سامراج کے زیرِ سایہ تشکیل پائے۔ تدریسِ زبان کی مبادیات میں سب سے اہم قواعدِ زبان کو گردانا گیا اور اس کی تالیف کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں اولین کاوش مغل دربار میں بطور ڈچ سفیر تعینات رہنے والے پولینڈ کے باشندے جین جوشوا کیٹلر (Jean Josua Katelaar) کی لاطینی زبان میں لکھی گئی 'Grammatica Indostanica' ہے (۱) گو کہ اس کتاب کا متن لاطینی زبان میں ہے لیکن تمام بحث مقامی زبان سے کی گئی ہے۔ کتاب میں ہندوستانی الفاظ کے نمونے فارسی، دیوناگری اور رومن رسم الخط میں موجود ہیں۔ اس کا سنِ اشاعت ۱۷۴۳ء ہے (۲) تاہم سنِ تالیف کے حوالے سے قیاسات سے کام لیا جاتا رہا (۳) کیٹلر کے بعد سے ڈاکٹر جان گل کرسٹ تک اس ضمن میں کئی مستشرقین کا نام آتا ہے جنھوں نے لاطینی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے لیکن اس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت گل کرسٹ کے کام کو حاصل ہوئی۔ اُن کی کتاب 'A Grammer of the Hindoostanee Language' ۱۷۹۶ء میں کرانیکل پریس کلکتہ سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی (۴)۔ خلیل الرحمٰن داؤدی لکھتے ہیں کہ:

> یہ کتاب ہندوستانی لسانیات کی پہلی جلد کا تیسرا حصہ تھی۔ اس کا پہلا حصہ
> 'انگریزی ہندوستانی لغت' ۱۷۸۶ء۔۱۷۹۰ء میں شائع ہو چکا تھا؛ دوسرا حصہ
> 'قواعد ولغت کا مقدمہ وضمیمہ' ۱۷۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس طرح سے گل کرسٹ
> کے سلسلہ' ہندوستانی لسانیات کی پہلی جلد تین حصوں پر مشتمل تھی۔ (۵)

یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے نصاب میں بھی شامل رہی جبکہ اس سے پہلے مختلف مستشرقین میں سے کسی کی لکھی ہوئی قواعد کو یہ اہمیت حاصل نہ ہوئی۔ گل کرسٹ کی یہ کتاب خاصی ضخیم تھی جس کی اُردو زبان میں تلخیص کے بعد میر بہادر علی حسینی نے ایک نسخہ' قواعدِ زبانِ اُردو مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ' کے عنوان سے شائع کرایا جو آج بھی اُردو قواعد کے موضوع پر ایک اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔ اس کی طبع اول کا سنِ اشاعت مختلف محققین نے مختلف لکھا ہے

۔(۶) بہرکیف انیسویں صدی کے آغاز پر اُردو زبان کے حقیقی وارثوں نے اس کی قواعد نویسی کی طرف توجہ دی۔ اولین نام انشاء اللہ خان انشا کا ہے جن کی 'دریائے لطافت' (۷) کو ہندوستانی کی پہلی ایسی تالیف سمجھا جاتا ہے جو ہندوستان کی عام بول چال کی زبان کے قواعد سے متعلق تھی لیکن اِسے جزستم ظریفی کیا سمجھا جائے کہ یہ کتاب بھی فارسی زبان میں لکھی گئی اور اُردو دنیا اس کی اہمیت سے تب آشنا ہوئی جب انجمن ترقی اُردو کے توسط سے پنڈت دتاتریا کیفی کے اُردو ترجمے کی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔ مولوی عبدالحق کا خیال ہے کہ:

> یہ بڑے پایے کی کتاب ہے۔ اس سے پہلے اُردو صرف ونحو اور تحقیق زبان پر اس اصول وترتیب کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی......اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انشا کو اُردو زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا اور ان کی نظر کیسی دقیق اور گہری تھی۔(۸)

مولوی عبدالحق کے خیالات در بابِ تحقیق از انشاؔ اپنی جگہ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انشاؔ کو اُردو کے صرف ونحو پر تو خاطر خواہ عبور حاصل تھا لیکن اُردو زبان کے مولد و مآخذ کے حوالے سے اُن کے خیالات اب تک ہونے والی تحقیق کی روشنی میں محض تاویلات ہی قرار دیے جاسکتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق اُردو زبان کے مقامی قواعد نویسوں میں اولیت کا سہرا امانت اللہ شیداؔ کو حاصل ہے جن کی تالیف 'صرفِ اُردو' کو ۱۸۱۰ء کی اشاعت قرار دیا گیا ہے۔ اس بات کو درست بھی مان لیا جائے تو اُردو دنیا میں آج بھی انشاؔ کی 'دریائے لطافت' کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ انشاؔ کے بعد سرسید احمد خان کے رسالہ 'قواعدِ صرف ونحو زبانِ اُردو' کا ذکر آتا ہے جو قواعد نویسی کے ضمن میں تو بہت گراں قدر کام نہیں سمجھا جاتا تاہم سرسید کی ذات سے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے اہم گردانا گیا(۹)۔ اٹھارہ سو ستاون کے لگ بھگ مقامی زبان دانوں کی مؤلفہ چند مزید کتبِ قواعد کا ذکر بھی ملتا ہے جن میں امام بخش صہبائی کے 'رسالہ قواعدِ صرف ونحو اُردو' اور مولوی کریم الدین کے مؤلفہ 'قواعد المبتدی'، 'تسہیل التعلیم' اور 'تسہیل القواعد' وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام کتب ہندوستان کے مختلف علاقوں کے مدارس میں زیرِ تعلیم طلباء کو قواعد سکھانے کے لیے تالیف کی گئیں اور ان میں سے بیشتر کے تناظر میں مختلف انگریز افسران کی تحریک کارفرما تھی۔ اسی سلسلے کی ایک اہم ترین کڑی 'رسالہ قواعدِ اُردو' مؤلفہ مرزا نثار علی بیگ بآعانت منشی فیض اللہ خان ہے۔

'رسالہ قواعدِ اُردو' بھی نصابی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تالیف کیا گیا لیکن اس کی انفرادیت برائے درجہ وار تعلیم وتدریس ہونا ہے۔ یہ رسالہ تین حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصے میں درج مباحث مختلف درجوں کے طالب علموں کی سیکھنے اور جاننے کی صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیے گئے ہیں۔ 'رسالہ قواعدِ اُردو' کے مؤلف مرزا نثار علی بیگ آگرہ کالج (۱۰) کے مدرس اول تھے اور اس کام میں اُن کی اعانت کرنے والے منشی فیض اللہ خان اُسی کالج میں مدرس دوم کے عہدے پر فرائض انجام دے رہے تھے۔ 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ اول) کا سنِ تالیف ۱۸۶۰ء ہے اور یہ صوبہ جات شمال ومغرب کے لیفٹیننٹ گورنر سر جارج فریڈرک ایڈمن سٹون (۱۱) کے حکم پر درجہ وار تدریسِ قواعدِ اُردو کے لیے لکھوائی گئی پہلی کتاب ہے۔ یہ بالکل ابتدائی درجے کے اُردو کے طالب علموں کے لیے ہے۔ اس منصوبے کے منظوری اُس وقت کے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن (DPI) نے دی۔ اس کتاب کا زیرِ نظر ایڈیشن ۱۸۷۳ء کا ہے جو گورنمنٹ پریس الہ آباد میں طبع ہوا۔ یہ 'رسالہ قواعدِ

اُردو' (حصہ اول) کی طبع ہشتم تھی اور تعداداشاعت ۵۰۰۰ درج ہے جس سے نہ صرف اُس دور میں اس کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ یہ بھی کہ اس سے پہلے مذکورہ کتاب کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے تھے گویا سنِ تالیف ۱۸۶۰ء کو سامنے رکھا جائے تو بڑی حد تک ممکن ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۶۱ء میں ہی منظرِ عام پر آ گیا ہو۔ دستیاب ایڈیشن کے سرورق پر درج عبارت ملاحظہ کریں:

رسالہ

قواعدِ اُردو

حصہ اوّل

حسب الارشاد فیض بنیاد جناب لیفٹیننٹ گورنر بہادر

ممالک مغربی وشمالی

وبمنظوری صاحب ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن بہادر

ممالک مغربی وشمالی

واسطے استعمال مدارس دیسی کے

مرزا نثار علی بیگ

مدرس اول کالج آگرہ نے باعانت منشی فیض اللہ خان

مدرس دوم کالج مذکور کے ۱۸۶۰ء مین تالیف کیا

-:☆:-:☆:-

مقام الہ آباد

گورنمنٹ پریس مین طبع ہوا

(طبع ہشتم) ۱۸۷۳ عیسوی

[ضمیمہ نمبر ۱]

'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ اول) صرف سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ/ کتابچہ ہے جس کے دو ابواب ہیں۔ پہلا باب بعنوان 'باب اول صَرف مین' پہلے سات (۷) صفحات پر مشتمل ہے جو جس میں مختلف بنیادی قواعدی اصطلاحات کو تعریف کے ساتھ ساتھ مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ اس میں لفظ سے لے کر کلمہ اور اُس کی اقسام، اسم اور اُس کی اقسام اور حرف وغیرہ سے متعلق مواد موجود ہے۔ باب اول کے آخر میں مؤلف نے طلباء کی مشق کے لیے کچھ مختصر سوالات وجوابات بھی شامل کیے ہیں۔ دوسرا باب بعنوان 'باب دوم نحو مین' صفحہ نمبر آٹھ (۸) سے صفحہ نمبر سولہ (۱۶) تک ہے جس میں پہلے باب کی طرز پر ہی بنیادی نحوی اصطلاحات کی تعریفات مع مثالیں درج ہیں۔ اس باب میں مرکب کی تعریف سے لے کر اس کی مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں اور جملہ اور اس کی مختلف صورتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں مشق کے لیے مختصر سوالات وجوابات بھی دیے گئے ہیں۔ 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ اول) کے آخر میں مندرجات کی ایک فہرست بھی دے

دی گئی ہے۔[ضمیمہ نمبر۲]

'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ دوم) کے موضوعات بھی وہی ہیں جو 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ اول) کے تھے لیکن یہ حصہ قدرے تفصیلی ہے اور درمیانے درجے کے طالب علموں کی سیکھنے کی صلاحیت کو مدِنظر رکھ کر تالیف کیا گیا۔ اس کے مؤلف بھی مرزا نثار علی بیگ ہی ہیں اور اُن کی اعانت منشی فیض اللہ خان نے کی۔ سببِ تالیف بھی یکساں ہے، سنِ تالیف ۱۸۶۰ء ہے جبکہ زیرِنظر ایڈیشن جس کا سنِ طباعت ۱۸۷۳ء درج ہے، اس کتاب کی طبع ششم ہے جو گورنمنٹ پریس الہ آباد سے ہی شائع ہوئی۔ سرورق پر وہی عبارت ہے جو حصہ اول کے سرورق پر تھی البتہ بارِ طباعت مختلف درج ہے۔[ضمیمہ نمبر۳] 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ دوم) سنتالیس (۴۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا باب بعنوان 'باب اول صَرف میں' صفحہ نمبر ایک (۱) سے صفحہ نمبر چوبیس (۲۴) تک ہے جس میں علمِ صَرف کی تعریف کے بعد کلمہ، اسم، مصدر، فعل اور حرف کی تعریفات مع مثالیں درج کی گئی ہیں اور آخر میں حصہ اول کی طرز پر مختصر سوالات اور اُن کے جوابات دیے گئے ہیں۔ دوسرا باب بعنوان 'باب دوم علم نحو میں' بائیس (۲۲) صفحات پر مشتمل ہے جس میں علم نحو کی تعریف کے بعد مؤلف نے مرکب اور اس کی ذیلی اقسام، جملہ اور اس کی اقسام، فعل اور متعلقاتِ فعل اور مفعول اور اس کی مختلف صورتوں کی مثالوں کی ساتھ وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مختلف قاعدے بھی بتائے ہیں۔ اس باب کے آخر پر بھی مختصر سوالات اور اُن کے جوابات درج کر کے طالب علموں کو امتحان کی تیاری میں مدد کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ سوم) ۱۸۶۱ء میں تالیف ہوا، سببِ تالیف یکساں ہے اور یہ اعلیٰ درجے کے طالب علموں کی کسبی صلاحیتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے تالیف کیا گیا۔ اس کے مؤلف بھی مرزا نثار علی بیگ جبکہ معاونِ مؤلف منشی فیض اللہ خان ہیں اور اس کا راقم کو دستیاب زیرِنظر ایڈیشن ۱۸۷۳ء کا ہے۔ یہ اس کتاب کی طبع ششم ہے جو ۴۰۰۰ کی تعداد میں گورنمنٹ پریس الہ آباد سے چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔ تاہم اس کے سرورق کی عبارت میں ایک معمولی تبدیلی کی گئی اور ''واسطے استعمال مدارس دیسی کے'' کی جگہ ''واسطے استعمال مکاتب سررشتۂ تعلیم کے'' درج ہے۔[ضمیمہ نمبر۴] یہ کتاب اس سلسلۂ تالیف کی آخری کڑی تھی اور اس میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ علمِ صَرف و نحو سے بحث کی گئی ہے اور مؤلف کا انداز بھی عالمانہ ہے۔ ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) صفحات پر مشتمل 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ سوم) کو بھی دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب بعنوان 'صَرف کا باب' چھیانوے (۹۶) صفحات پر محیط ہے جس کے آغاز پر 'ماہیت زبانِ اُردو' کے عنوان کے تحت مرزا نثار علی بیگ نے اُردو کے مولد اور ارتقاء پر چند سطریں رقم کی ہیں جن نے اُن کے لسانی نظریے کے ساتھ ساتھ اُس دور میں اُردو لکھنے کا انداز بھی واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

> اُردو کے معنی پادشاہی لشکر کے ہین چنانچہ تواریخ کی کتابون میں پادشاہی فوج کو اُردوئے معلیٰ لکھا ہے جب سلاطین تیموریہ نے ہندوستان میں قیام کیا اور دہلی کو اپنا دارالخلافت بنایا تو لشکر کے آدمی اور پادشاہی متوسل جو ایران اور توران اور اور مختلف ملکون کے رہنے والے تھے سودا سلف خریدنے میں دہلی کے بازاریوں کے ساتھ جن کی زبان ہندی بھاشا تھی فارسی ہندی آمیز بولنے لگے

> رفتہ رفتہ شاہجہان کے عہد تک ہر ایک بولی خلط ملط ہوکر ایک نئی زبان پیدا ہوگئی اور اوسکا نام اُردوئے معلیٰ سے منسوب ہوکر زبانِ اُردو پڑ گیا اور کثرتِ استعمال سے لفظ زبان دور ہوکر صرف اوس زبان کا نام اُردو رہگیا اُردو زبان لغات ہندی فارسی اور عربی ترکی سنسکرت وغیرہ سے مرکب ہے اور جیسے عملداری سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر کی ہندوستان میں آئی تب سے صاحبان عالیشان حکام زماں کی التفات سے اوسنے ایک عجیب رونق پائی بلکہ اکثر کچہریون میں ہر طرحکے کاغذات مقدمات دیوانی اور کلکٹری اور فوجداری وغیرہ اُردو ہی زبان مین لکھے جاتے ہین اور اُردو محاورے مین اب لغات انگریزی بھی مثل لغات فارسی اور عربی کے شامل ہوتے جاتے ہیں۔(۱۲)

مرزا اشار علی بیگ کے درج بالا اقتباس سے سامنے آنے والے نقطۂ نظر کی قدر کا تعین ایک مختلف بحث ہے لیکن اُردو کے مولد اور اس کی موجودہ حیثیت پر ان کلمات سے 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ سوم) کا آغاز کرنا دراصل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ قواعد نویسی کے ساتھ ساتھ تحقیقِ زبان سے بھی وہ دلچسپی رکھتے تھے اور دوسرا انھوں نے ضروری سمجھا کہ اعلیٰ درجے کے طالب علم اُردو صَرف ونحو کی تفصیل میں جانے سے قبل زبان کے آغاز اور صورتحال کی بابت بھی کچھ معلومات رکھتے ہوں۔

'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ سوم) کے باب اول میں صَرف کی تعریف کے بعد لفظ، مرکب، مفرد، کلمہ اور اس کی اقسام، اسم، فعل اور حرف وغیرہ سے تفصیلی بحث کرتے ہوئے مثالوں سے ان کی مختلف صورتوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا باب بعنوان 'باب دوم نحو' بتیس (۳۲) صفحات پر مشتمل ہے جس کے عنوان کے نیچے ایک وضاحتی عنوان 'مقدمہ تعریفِ نحو اور اوسکی غرض اور موضوع کے بیان مین' بھی درج کر دیا گیا ہے۔ اس باب میں مؤلف نے علم نحو کے تعارف کے بعد مرکب اور اس کی مثالیں اور جملہ کی تعریف کے بعد اسے دو اقسام یعنی باعتبارِ لفظ اور باعتبارِ معنی میں تقسیم کر کے بحث کی گئی ہے۔ 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ سوم) میں حصہ اول اور حصہ دوم کی طرز پر ہر باب کے آخر میں سوالات و جوابات کا اندراج نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود یہ علمِ صَرف ونحو پر ایک مکمل اور تفصیلی کتاب سمجھی جا سکتی ہے اور بعد میں آنے والے قواعد نویسوں نے اس سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہوگا۔

مرزا اشار علی بیگ اور اُن کے معاون منشی فیض اللہ خان کی یہ تالیف قواعد نویسی کے حوالے سے کوئی اولین کام نہیں تھا بلکہ اس روایت کو یہاں تک پہنچانے میں کئی اُردو دانوں کے نام آتے ہیں تاہم 'رسالہ قواعدِ اُردو' (حصہ اول، دوم اور سوم) کو اس اعتبار سے اولیت اور تفوق حاصل ہے کہ یہ اُردو کے طالب علموں کی نصابی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے درجہ وار تعلیم و تدریسِ قواعد کے لیے تالیف کیا گیا۔ اس ضمن میں اس سے پہلے موجود کتبِ قواعد انگریز سرکار کے ایما پر نصابی ضرورتوں کے لیے تو لکھی جاتی رہیں لیکن مختلف درجاتِ تعلیم و تدریس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نہیں۔ یہ ایک الگ تحقیق طلب باب ہے کہ 'رسالہ قواعدِ اُردو' کے مؤلفین نے پہلے موجود کتب سے کس حد تک استفادہ کیا کیونکہ گل کرسٹ سے لے کر مولوی کریم الدین کی قواعد نویسی تک کی کم وبیش نصف صدی میں اس موضوع پر کئی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی تھیں اور لازمی بات ہے کہ مذکورہ

تالیف میں اُن کتب سے بھر پور استفادہ کیا گیا ہوگا۔ ’رسالہ قواعدِ اُردو‘ کے مواد کا اس نقطۂ نظر سے بھی ایک مطالعہ ہونا چاہیے۔

حواشی/حوالہ جات

۱۔ مولوی عبدالحق نے ’قواعدِ اُردو‘ کے مقدمہ میں اس کتاب کا کوئی نام نہیں لکھا تاہم اتنا بتایا ہے کہ کیٹلر وہ پہلا یورپی تھا جس نے ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے البتہ ابو اللیث صدیقی نے ’جامع القواعد‘ میں اس کتاب کا نام 'Grammatica Indostanica' لکھا ہے۔انھوں نے کیٹلر کے بعد دوسرے قواعد نویس بنجامن شلز کی کتاب کا بھی عین یہی نام درج کیا ہے لیکن مولوی عبدالحق نے اس کتاب کا بھی کوئی نام نہیں بتایا بس یہی لکھتے ہیں کہ شلز نے ہندوستانی زبان (اُردو) کی ایک قواعد لکھی۔

۲۔ ابواللیث صدیقی، جامع القواعد، مارچ ۱۹۷۱ء (باراول)، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، ص ۱۵۴

۳۔ مولوی عبدالحق (قواعدِ اُردو، ص ۱۰) اور ابواللیث صدیقی (جامع القواعد، ص ۱۵۴) نے قیاساً اس کا سنِ تالیف ۱۷۱۵ء لکھا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر نذر عباس گوندل کا ایک نہایت جامع تحقیقی مقالہ ’کیٹلر کی قواعد: کچھ نئی دریافتیں‘ کے عنوان سے شعبہ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے مجلّہ ’معیار‘ شمارہ نمبر ۸، مطبوعہ جولائی تا دسمبر ۲۰۱۱ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے جس میں انھوں نے مختلف حوالوں سے اس نایاب نسخۂ قواعد کے سنِ تالیف و اشاعت سے سیر حاصل بحث کی ہے۔

۴۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی کلکتہ سے ہی ۱۸۰۹ء میں شائع ہوا۔

۵۔ خلیل الرحمٰن داؤدی، مقدمہ: قواعدِ زبانِ اُردو مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ (مرتبہ)، ۱۹۶۲ء، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۲۸

۶۔ مولوی سید محمد ’اربابِ نثرِ اُردو‘ میں طبع اول ۱۸۱۶ء درج کرتے ہیں جبکہ گریرسن نے ’لنگوسٹک سروے آف انڈیا‘ میں یہ سنِ اشاعت ۱۸۲۰ء درج کیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کا کوئی ایسا نسخہ دستیاب نہیں جو ۱۸۱۶ء کا شائع شدہ ہو اس لیے ۱۸۲۰ء میں کلکتہ سے شائع ہونے والے دستیاب نسخے کو ہی بیشتر محققین نے اولین شمار کیا ہے۔

۷۔ مولوی عبدالحق کے خیال میں یہ کتاب سنہ ۱۲۲۲ھ بمطابق ۱۸۰۲ء میں تصنیف ہوئی اور چھیالیس برس بعد مولوی مسیح الدین خان بہادر کاکوروی نے اپنے مطبع آفتاب عالمتاب مرشد آباد میں بہ تصحیح و اہتمام طبع کی۔ اُنھوں نے سنِ تصنیف و اشاعت اس کتاب کے انجمن ترقی اُردو سے شائع ہونے والے نسخے کی طبع اول کے مقدمہ میں قیاساً

درج کیا تھا۔ دیباچہ برطبع ثانی میں سنِ تصنیف ۱۲۲۲ھ کے بجائے ۱۲۲۳ھ اور اشاعت چھیالیس کے بجائے ۴۳ برس بعد از تصنیف بتائی ہے۔

۸۔ عبدالحق، مولوی، دیباچہ مرتب برطبع ثانی: دریائے لطافت از انشاء اللہ خان انشا، ۱۹۸۸ء، انجمن ترقی اُردو، کراچی، ص 'ت'

۹۔ عبدالغفار شکیل (مرتب) کے خیال میں سر سید احمد خان نے یہ رسالہ ۱۸۴۰ء میں اکبر آباد (آگرہ) میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں قیام کے دوران لکھا تھا۔ (قواعدِ صرف ونحو: زبانِ اُردو مصنفہ سر سید احمد خان (مرتبہ)، ۱۹۸۸ء (طبع اول)، انجمن ترقی اُردو، کراچی، ص 'الف')

۱۰۔ آگرہ کالج ہندوستان کے قدیم ترین تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد پنڈت گنگا دھر شاستری نے سنسکرت کے ایک مدرسے کے طور پر رکھا تھا جسے ۱۸۲۳ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ اس کے پہلے پرنسپل آر۔ برکلے ڈنکن تھے جو ۱۸۳۶ء تک اپنے عہدے پر فائز رہے۔ شروع میں یہ ادارہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے زیرِ اہتمام چلتا رہا۔ ۱۸۸۳ء میں اسے ایک انتظامی کمیٹی اور بورڈ آف ٹرسٹیز کے تحت کر دیا ہے۔ آگرہ کالج آج بھی ہندوستان کے بڑے تعلیمی اداروں میں شمار ہوتا ہے اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر یونیورسٹی آگرہ سے الحاق شدہ ہے۔

۱۱۔ سر جارج فریڈرک ایڈمن سٹون (۱۸۱۳ء۔۱۸۶۴ء) کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد سپریم کونسل آف انڈیا کے ممبر اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹر رہے۔ ایڈمن سٹون صوبہ جات شمال و مغرب کے لیفٹیننٹ گورنر کے عہدے پر جنوری ۱۸۵۹ء سے فروری ۱۸۶۳ء تک فائز رہے۔

۱۲۔ بیگ، نثار علی، مرزا، (معاونت: منشی فیض اللہ خان)، رسالہ قواعدِ اُردو (حصہ سوم)، مؤلفہ ۱۸۶۱ء، مطبوعہ ۱۸۷۳ء، گورنمنٹ پریس الہ آباد، ص ۱، ۲